کتاب نقد النثر

اور اس کے مؤلف کی مجہول شخصیت

(از مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ)

(۲)

اس عبارت سے نتیجہ نکالنے میں بھی خفاجی نے غلطی کی ہے۔ اس نے التوحیدی اور علی بن عیسٰی الوزیر کے بیان میں مذکور کتاب کو کتاب صنعۃ الکتابہ یا سر البلاغۃ میں سے ایک قرار دیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ توحیدی اور وزیر کی مراد انہی میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ حالانکہ توحیدی کی عبارت جو وزیر علی بن عیسٰی کے بیان پر مشتمل ہے اس میں تصریح اس بات کی موجود ہے کہ کتاب مشار الیہ کئی منزلوں میں تقسیم تھی۔ اور ان میں سے منزلۂ ثالثہ صرف فنونِ بلاغہ کے بیان میں تھا۔ گویا وزیر اور توحیدی نے کسی مستقل کتاب کے بجائے صرف ایک منزل یا چند ابواب کے مجموعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ منزل کسی وسیع تر کتاب کا جزو تھی نہ کہ مستقل کتاب۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ قدامہ کی کونسی کتاب چند منزلوں پر مشتمل تھی۔ قدامہ کے تذکرہ نگاروں میں سے ابن الندیم، یاقوت اور مطرزی تینوں متفقہ طور پر قدامہ کی صرف ایک ایسی کتاب کا ذکر کرتے ہیں جو کئی منازل میں ترتیب دی گئی تھی۔ اور وہ کتاب الخراج وصنعۃ الکتابہ کے سوا دوسری کتاب نہیں ہو سکتی۔ اس متفقہ بیان کے پیش نظر سیدھی بات یہ ہے کہ جس کتاب کا ذکر وزیر علی بن عیسٰی نے کیا ہے اس کو کتاب الخراج وصنعۃ الکتابہ سمجھنا چاہیئے چنانچہ یاقوت نے اس عبارت کا یہی مطلب سمجھا ہے اور وزیر علی بن عیسٰی کو جو کتاب سنہ ۳۲۰ھ میں قدامہ نے پیش کی تھی اس کا نام کتاب الخراج ہی بتایا ہے۔ لہذا خفاجی کا یہ قول کہ وزیر کو جو کتاب سنہ ۳۲۰ھ میں پیش کی گئی وہ کتاب صنعۃ الکتابہ اور سر البلاغۃ میں سے ایک تھی قطعاً بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس سلسلہ

میں صریح دلیل یہ ہے کہ کتاب الخراج وصنعۃ الکتابہ کے علاوہ قدامہ کی کسی دوسری کتاب کے مباحث کا کئی منزلوں میں منقسم ہونا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ خود حاجی خلیفہ جس کی زبانی خفاجی کو سرّ البلاغہ کا نام معلوم ہوا ہے اس کتاب کے نام کے علاوہ اس کے مضمون و مباحث کی تقسیم کے بارے میں کچھ نہیں لکھتا یا شریشی جو حاجی خلیفہ سے بہت پہلے سرّ البلاغہ سے متعارف ہو چکا ہے اور جس کی عبارت سے خفاجی آگاہ نہیں، وہ بھی کتاب سرّ البلاغہ کے منازل میں منقسم ہونے کی اطلاع نہیں دیتا۔ علیٰ ہذا القیاس عبدالرحمن الیزدادی جو قدامہ کی ایک مستقل کتاب کا اجمالاً ذکر کرتا ہے وہ بھی اس کتاب کی اندرونی تقسیم و تبویب کی بابت خاموش ہے۔

خفاجی کی ایک اور غلطی یہ ہے کہ اس نے قدامہ کی ایک کتاب کا نام کتاب فی صنعۃ الکتابہ بتایا ہے۔ لیکن اس کا کوئی حوالہ درج نہیں کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ کتاب فی صنعۃ الکتابہ قدامہ کی وہی مایۂ ناز تالیف ہے جس کے اندر خراج سے بھی طبقۂ کتاب کی مناسبت کے لحاظ سے بحث کی گئی ہے۔ اور جو بلفظ دیگر بعینہ کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ ہے۔ ہمارے علم میں صرف المطرزی نے اس کا ذکر کتاب صناعۃ الکتابہ کے عنوان سے کیا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں: ولہ مصنفات فی صنعۃ الکتابۃ وغیرہا۔ (المطرزی: ص ۵ مطبوعہ تبریز) خود ابوحیان التوحیدی کی عبارت میں اس نام کا پتہ نہیں اور نہ کسی ایسے مصدر سے اس کی تائید ہوتی ہے جو ضمناً قدامہ کی کسی کتاب کا نام بتلائے ہمارے نزدیک صنعۃ الکتابہ کے نام سے قدامہ کی کوئی مستقل کتاب نہ تھی بلکہ یہ نام اس کی معروف کتاب کے نام کا ایک جزو ہے جس کا تذکرہ قدامہ کے تذکرہ نگار اور اس کی کتابوں سے اقتباس کرنے والوں نے یہ نام کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ کیا ہے۔)

یہ مسئلہ قابلِ غور رہ جاتا ہے کہ کتاب نقد النثر کا قدامہ کے والد جعفر سے منسوب کیا جانا کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے؟ یہ واضح رہے کہ اس خیال کی واقعی دلیل اب تک ہمیں نہیں مل سکی ہے جو اپنی قوت کے اعتبار سے اس خیال کی تائید کرتی ہو۔ ویسے یہ میری ذاتی رائے ہے جو اس بحث کے نتیجہ میں قائم ہوئی اور میرے نزدیک کچھ ایسے قوی اسباب موجود ہیں جن کی بنا پر اس خیال کا اظہار کیا جا سکتا تھا۔ افسوس

یہ ہے کہ جعفر کی کتابیں جن کے بارہ میں خطیب کے یہ الفاظ ہیں : ان لہ مؤلفات فی صنعۃ الکتابۃ، ان میں سے ایک بھی ہماری دست رس میں نہیں ہے کہ نقد النثر سے اس کا مقابلہ کیا جاتا' اور دلالت اسلوب، ثقافت کتاب' اور مؤلف کے طرز فکر و نقطۂ نظر کے باہمی تقابل سے کتاب نقد النثر کے مؤلف کی شخصیت کا سراغ لگایا جاسکتا۔ کہا جاتا ہے کہ جعفر زندگی بھر نصرانی رہا اس کے مقابلہ میں مؤلف نقد النثر کٹر شیعی تھا۔ نصرانیت کے ساتھ علویوں کی جنبہ داری کا پیوند کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہوگی کہ ایک نصرانی کی کتابوں کے نام الایضاح یا التعبد بالحجہ ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ عراق اور ایران کے بہتیرے نصاریٰ ذاتی یا سیاسی مفاد کے پیش نظر علویوں کی جنبہ داری کیا کرتے تھے۔ علاوہ بریں صحیح تاریخی روایات سے جعفر کا مدۃ العمر نصرانی رہنا ثبوت کو نہیں پہنچتا (اس موقع پر خفاجی کا رہوار قلم بہت سست گام نظر آتا ہے۔ وہ ایک طرف جعفر کو نصرانی گردانتے ہیں جیسا کہ عام طور پر قدامہ سے بحث کرنے والے تمام مستشرقین اور ان سے متاثر عرب اہل تحقیق کا طریقہ ہے' دوسری طرف صحیح تاریخی روایات کی آڑ لے کر اس نظریہ کی تردید بھی کی ہے۔ لیکن ان روایات کا حوالہ نہیں دیا جو صحیح اور تاریخی ہیں۔ آخر وہ روایات کیا ہیں اور کہاں ہیں؟ ان روایات سے خفاجی کی مراد کیا ہے معلوم نہیں۔ قدامہ کے تذکرہ نگاروں میں سے قدیم تر شخص ابن الندیم ہے، جس کا اثر بعد کے تمام تذکرہ نگاروں پر پڑا' اس نے قدامہ کو اپنے خاندان کا اولین مسلم قرار دیا ہے۔ اور اس کا خاندانی مذہب نصرانیت بتایا ہے۔ اس کی بنیاد پر قدامہ کے باپ کا مدۃ العمر نصرانی رہنا سمجھ میں ضرور آتا ہے لیکن ابن الندیم نے قدامہ کے باپ جعفر کو ایک عامی اور علم و ادب سے بے بہرہ قرار دے کر اس کو قابل ذکر نہیں سمجھا۔ میں نے قدامہ کے خاندان کے بارہ میں اپنے محولہ بالا مضمون مطبوعہ برہان میں طبری کی ایک صریح روایت کو پیش کر کے قدامہ کے دادا قدامہ بن زیاد الکاتب النصرانی کی نشان دہی میں جو کچھ لکھا تھا آج تک مجھے اس پر اصرار ہے اور میرے نزدیک قدامہ بن زیاد الکاتب جو اتباخ کا سیکرٹری تھا اپنے خاندان کا پہلا شخص ہے جس نے چاہے مصلحت کی بنا پر ہو اسلام ضرور قبول کیا۔ خطیب کا جعفر بن قدامہ بن زیاد میری رائے میں اسی قدامہ کاتب اتباخ کا فرزند ہے اور قدامہ بن جعفر مولف نقد الشعر و

کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ، جعفر کا فرزند قدامہ بن زیاد کے قبول اسلام کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ اس کے لڑکے جعفر کے اسلام کے بارہ میں شک کیا جائے۔ یا اس کے پوتے قدامہ بن جعفر کو نو مسلم قرار دیا جائے۔ میں اس خیال کے خلاف کوئی دلیل نہیں پاتا اور اس امر کا قائل ہوں کہ قدامہ بن جعفر جس کے بارے میں ابن الندیم بعہد المکتفی قبول اسلام کی تصریح کرتا ہے دراصل پیدائشی مسلم تھا۔ اور ابن الندیم کی تصریح اس باب میں اسی طرح ناقابل تسلیم ہے جس طرح کہ قدامہ کے باپ جعفر بن قدامہ کے بارہ میں اس کا بیان ناقابل اعتناء سمجھا گیا ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں خطیب کے بیان سے اس نتیجہ کا استخراج بھی کیا تھا کہ اگر جعفر غیر مسلم ہوتا تو خطیب اس کی تصریح کر دیتے، خطیب کا جعفر کو اپنی تاریخ میں جگہ دینا اور اس کے مذہب سے سکوت اختیار کرنا میرے نزدیک ایک قوی قرینہ ہے اس کے مسلم ہونے کا۔ خفاجی کو طبری کی اس عبارت کا علم نہیں ہو سکا ورنہ وہ اس کی تشریح میں ضرور کئی صفحے مزید سیاہ کر ڈالتے)

ڈاکٹر علی حسن[1] عبدالقادر نے اسی موضوع پر ایک مقالہ شائع کیا تھا جس میں انھوں نے اپنی تحقیق کو حسب ذیل الفاظ کے تحت پہلا کر پیش کیا ہے:-

۱- کتاب البرھان فی وجوہ البیان: ابوالحسین اسحق بن ابراہیم بن سلیمان بن وہب الکاتب کی تالیف ہے۔ جس کی ایک تہائی بنام نقد النثر شائع ہو چکی ہے۔ اس کی اشاعت ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور استاد عبدالحمید العبادی کی سعی و تحقیق سے ہوئی اور کتاب کی نسبت ابوالفرج قدامہ بن جعفر الکاتب البغدادی متوفی ۳۳۷ھ سے کی گئی تھی اس کی اشاعت کی بنیاد مکتبہ اسکوریال کے ایک قلمی نسخہ زیر شمارہ ۲۴۲ پر رکھی گئی ہے۔

ہمیں ایک قلمی نسخہ ذخیرہ تشستر بیتی[2] میں زیر رقم ۷۷، دستیاب ہوا جس کا نام کتاب البرہان

---

(۱) خفاجی نے ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر کی تحقیق پیش کرنے سے پہلے اپنے ایک رفیق استاذ حسن جاد کے مقالہ کا خلاصہ پیش کیا ہے چونکہ اس میں کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ انہی نظریات کی تکرار تھی جن کی تشریح خفاجی نے استاذ محمد عرفہ کے حوالہ سے اپنے الفاظ میں کی ہے، لہٰذا اس حصہ کو میں نے حذف کر دیا ہے اس کے لئے حضرات مزید تمدن ملاحظہ فرمائیں (رالجم اکتوبر ۱۹۵۲ء ص ۵۵۹-۵۶۰)

(۲) CHESTER BEATTY COLLECTION DUBLIN - اس مخطوطہ کی تفصیل مضمون ہذا کے اخیر میں ملاحظہ فرمائیں

فی وجوہ البیان سے کتاب نقد النثر سے اس کا مقابلہ کرنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ یہ نسخہ اور نقد النثر دونوں دراصل ایک ہی کتاب ہیں۔ البتہ یہ قلمی نسخہ، مطبوعہ کتاب کی بہ نسبت تقریباً دو تہائی زیادہ مواد پر مشتمل ہے۔ اور ہمیں کسی قسم کا شک نہیں کہ قلمی نسخہ کے زوائد درحقیقت مطبوعہ کتاب کے اصل اجزاء ہیں جو اسکوریال کے مخطوطہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ اس مسئلہ کی وضاحت یوں ہوتی ہے کہ مؤلف نے اس کتاب کو بیان کے مندرجہ ذیل وجوہ چہارگانہ پر منقسم کیا ہے:-

۱- البیان بالاعتبار (۲) البیان بالاعتقاد (۳) البیان بالعبارۃ (۴) البیان الرابع بالکتاب

یہی آخری مبحث مطبوعہ نسخہ سے ساقط ہے اس خلاء کو محسوس کر کے کتاب کے ایڈیٹر نے یہ توجیہ کی تھی کہ وجہ چہارم یعنی البیان بالکتاب کو مبحث سوم (البیان بالعبارۃ) متضمن ہے (لہذا مباحث کی ابتدائی تقسیم کے چار حصوں پر مشتمل ہونے کے باوجود کتاب صرف تین مبحث پر ختم کر دی گئی)، اس نسخہ میں البیان الرابع بہت مبسوط اور دراز ہے، کتاب کے بقیہ مباحث کے مقابلہ میں اس مبحث نے زیادہ اوراق کا احاطہ کر لیا ہے، جس میں باب المعمی پر کلام ملتا ہے، عروض و قوافی کی پوری تفصیل ملتی ہے اور وجوہ الحدیث کے باقی ماندہ ابواب الگ الگ ملتے ہیں، مراتب القول اور مراتب المستمعین کی پوری تفصیل بھی ملتی ہے غرض ہمارا معلوم کردہ نسخہ، کتاب کا مکمل نسخہ ہے۔

۲- ہمارے نشان دادہ مخطوطہ کی اہمیت کا انحصار صرف اس کے کامل متن پر مشتمل ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مؤلف کتاب کی شناخت تحقیقی طور پر ہو جاتی ہے۔ اور قدامہ بن جعفر کی طرف اس کی نسبت کا بے بنیاد ہونا بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ مؤلف کتاب کا نام ابو الحسین اسحاق بن ابراہیم بن سلیمان بن وہب الکاتب ہے۔ پھر اس کتاب کا پورا نام البرہان فی وجوہ البیان صرف اسی مخطوطہ کے ذریعہ معلوم ہو سکا ہے۔

کتاب اور مؤلف کتاب کے سلسلہ میں جو مباحث پیدا ہو چکے ہیں، ان کے پیش نظر ہمارے مذکورہ دعووں کی تائید مندرجہ ذیل دلائل سے ہوتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ موضوع کتابہ پر قدامہ بن جعفر کی ایک تالیف تھی لیکن وہ کتاب نقد النثر یا کتاب البرہان

نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا نام کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ ہے جس کا ایک قلمی نسخہ مکتبۂ کوپریلی (استانبول) میں محفوظ[1] ہے۔ مستشرق دی غوبہ نے اسی نسخہ کے اقتباسات کو کتاب الخراج[2] کے عنوان سے شائع کیا۔ یہ اقتباسات منزلہ خامسہ کے ابواب دوم، سوم، چہارم، پنجم، یازدہم اور منزلہ سادسہ کے ششم وہفتم دو باب ہیں۔ یاقوت نے قدامہ کے تذکرہ میں اسی کتاب کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اس کی ایک کتاب خراج اور صناعۃ الکتابہ پر ہے جس کو کئی مراتب میں مرتب کیا اور جس میں انشاپردازوں کیلئے تمام ضروری امور کی وضاحت نو منزلوں (تسع منازل) میں کی ہے۔ مؤلف نے پہلے کتاب کے آٹھ منازل رکھے تھے بعد میں نویں منزل کا اضافہ کیا۔ اسی کتاب کا بیان مطرزی کے یہاں کتاب الایضاح فی شرح مقامات الحریری (نسخۂ برٹش میوزیم) میں قدامہ کی تصانیف کے ضمن میں ملتا ہے کہ قدامہ کی تصانیف کثیر ہیں، ان میں سے ایک کتاب الالفاظ ہے، دوسری کتاب نقد الشعر ہے جو بہت خوب کتاب ہے اور میرے مطالعہ میں رہ چکی ہے میں نے اس سے مفید باتیں نقل کی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کتاب قدامہ کے والد جعفر کی تالیف ہے، اور ان میں سے ایک کتاب صناعۃ الکتابہ ہے (خراج کا لفظ مطرزی نے سہواً ساقط کر دیا ہے، اس کے زیر مطالعہ نسخہ سے ساقط رہا ہو گا یا اختصار مد نظر ہو گا) جو مجھے دستیاب ہوئی ہے، اس میں وہ کمیاب باتیں ملتی ہیں جو ڈھونڈنے پر بھی کہیں اور مل نہیں سکتی ہیں۔ پوری کتاب سات منزلوں پر مشتمل ہے (یشتمل علی سبع منازل) میرے خیال میں سبع بگڑی ہوئی شکل ہے تسع کی

---

(۱) یہ منفرد نسخہ ہے جو صرف چار منزلوں پر (پانچویں سے آٹھویں منزل تک) مشتمل ہے۔ منزل اول تا چہارم کا کہیں وجود نہیں ہے۔ نویں منزل بھی مفقود ہے۔

(۲) ابن خرداذبہ کی کتاب المسالک والممالک کے آخر میں ص ۱۸۴ تا ۲۶۶ ان اقتباسات کا اندراج ہے بعنوان: نبذ من کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ لابی الفرج قدامۃ بن جعفر الکاتب البغدادی (مطبوعہ بریل ۱۸۸۹ء / ۱۳۰۶ھ) ان اقتباسات کی مذکورہ تفصیل کے برخلاف ایک ایرانی فاضل حسین خدیوجم نے تصریح کی ہے کہ دخویہ نے منزلہ خامسہ کے گیارھویں باب سے منزلہ سادسہ کے آخر تک ابن خرداذبہ کے ضمیمہ میں شائع کیا ہے۔ حسین خدیوجم نے پہلی بار منزلہ خامسہ کو دسویں باب تک ۱۹۷۴ء میں شائع کیا ہے

کتاب الایضاح کے عمدہ نسخوں میں بہت ممکن ہے کہ یہ تصحیف نہ ہوئی ہوگی) اور ہر منزل چند ابواب کو حاوی ہے۔ کتاب المنتظم میں ابن الجوزی ۳۳۷ھ کے تحت واقعات درج کرتے ہوئے قدامہ کی وفات کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ کو کتاب حسن کہتے ہیں۔

ان لوگوں کے یہاں کتاب کی جو لستان دہی ملتی ہے، وہ کتاب نقد النثر (کتاب البرہان) کی تبویب سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ نقد النثر کے جملہ مباحث کل چار بابوں میں آگئے ہیں۔ بلکہ خراج اور صنعۃ الکتابہ سے متعلق مضامین کو مؤلف کتاب نے جس حد تک درج کتاب کرنا چاہا ہے وہ بھی ان چار بابوں میں آجاتے ہیں اس کے ماسوا قدامہ کی کتاب الخراج وصناعۃ الکتابہ کا جو حصہ مطبوع ہے اس کا مقابلہ نقد النثر کے اس حصہ سے کیجئے جس کو خراج کے موضوع سے تعلق ہے، تو دونوں کا اختلاف بدیہی طور پر سامنے آجاتا ہے۔ بالآخر اس امر سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ قدامہ اور ابوالحسین میں سے ہر ایک نے مشترکہ موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنے اپنے طور پر ہر ایک نے موضوع کا حق ادا کیا۔ قدامہ نے اپنی کتاب ۳۲۰ھ سے پہلے لکھی تھی جبکہ ابوالحسین کی کتاب ۳۳۵ھ ہجری کے بعد کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ دونوں کا زمانہ ان تاریخی حقائق سے متعین ہو جاتا ہے جو دونوں کتابوں میں جا بجا مذکور ہیں۔

ایک اور بات قابل لحاظ ہے کہ قدامہ کی معروف ترین کتابوں میں ایک کتاب نقد الشعر ہے جس میں شعر اور اس سے متعلق مضامین خاص طور پر سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ کتاب نقد النثر (کتاب البرہان) کا مؤلف بھی اپنی کتاب میں شعر کو بحث کا موضوع قرار دیتا ہے۔ اگر یہ کتاب قدامہ ہی کی ہوتی تو اس کو دوبارہ شعری مباحث پر تفصیل سے کلام کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اس بات سے قطع نظر کتاب البرہان میں موضوع شعر پر جو کلام ملتا ہے وہ جوہری اعتبار سے کتاب نقد الشعر کے شعری مباحث سے مختلف ہے۔

یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ کتاب البرہان کا مؤلف بہر مناسبت آلِ وہب کی مشہور شخصیتوں کا ذکر ضرور کرتا ہے، تعظیم و تکریم اور بڑے فخر و مباہات سے ان کے حوالے دیتا ہے، اس کی ایک مثال یہاں پیش کی جاتی ہے ...... "ہمارے شیخ ابو علی حسن بن وہب رحمہ اللہ (کہا کرتے) تھے ..... ابوایوب

رضی اللہ عنہ نے کہا۔۔۔ ابو ایوب رحمہ اللہ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بلاغت میں مشہور تھا۔۔۔ بلاغت کا ذکر اگر ہم اپنے شیخ رحمہ اللہ کے اس قول ہی سے شروع کرتے، تو بھی کافی وشافی ہوتا۔۔۔"

اس عبارت میں جس ابو ایوب کا ذکر ہے اس سے سلیمان بن وہب[1] مراد ہے جو اس خانوادہ رکن رکین اور کتاب البرہان (نقد النثر) کے مؤلف کا دادا ہے

ہمیں اس واقعہ کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہیے کہ بطلیوسی[2] نے ادب الکتاب کی شرح میں جو تمہیدی فصلیں لکھی ہیں (ص ۶۶ تا ص ۹۰) وہ لفظ بہ لفظ کتاب البرہان کی بعض فصلوں سے مطابقت رکھتی ہیں ان فصول میں بطلیوسی نے ابو الحسین یا قدامہ کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک ان فصول کی مندرجہ باتیں ابن مقلہ سے ماخوذ ہیں (م ۳۲۷ھ) گرچہ کتاب البرہان کو ابن مقلہ کی تالیف قرار دینا صحیح نہیں تاہم اتنا یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ بطلیوسی کے خیال میں اس کا ماخذ قدامہ کی تالیف نہ تھی یا اس تقدیر پر کہ بطلیوسی نے مذکورہ فصول کو براہ راست کتاب البرہان ہی سے اخذ کیا ہو۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ یہ کتاب جس طرح بعد میں قدامہ بن جعفر سے منسوب کی گئی، اسی طرح کبھی علی بن مقلہ سے بھی منسوب رہی ہو۔ اور اصل مؤلف کی بابت لاعلمی عام رہی ہو۔ اس کے ساتھ یہ احتمال بھی ہے کہ بطلیوسی اور کتاب البرہان کے مؤلف نے مشترکہ طور پر واقعۃً ابن مقلہ کی کسی کتاب سے اقتباس مضامین کیا ہو۔ لیکن یہ احتمال ایسا ہے جس کی تحقیق میں علمی ذرائع کی مساعدت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس کوریائی مخطوطہ کے سرورق پر اس کتاب کا مؤلف قدامہ بن جعفر قرار دیا گیا ہے۔ اور جو نسخہ ہمیں دستیاب ہوا ہے اس کے سرورق پر بھی کتاب کی نسبت قدامہ ہی طرف ملتی ہے حالانکہ کتاب کی داخلی عبارت میں اصل مؤلف کا پورا نام درج ہے۔ اور نسخہ کا ناقل اس سے غافل رہ

---

(۱) متوفی ۲۷۲ھ یا ۲۷۰ھ، حالات کے لئے ملاحظہ ہو ابن خلکان ۱/۲۶۳ مطبوعہ ۱۹۴۸ء

(۲) ابو محمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلیوسی: اندلس کا مشہور نحوی ادیب، جس نے ادب الکتاب ابن قتیبہ کی شرح الاقتضاب کے نام سے لکھی۔ یہ شرح ۱۹۰۱ء میں بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔

گیا ہے۔ اس تناقض کی توجیہ آسان ہے کہ کتب فروشوں کو قدامہ کی ادبی و علمی منزلت اور اس کی کتابوں کی اہمیت سے پوری واقفیت تھی لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ ان لوگوں نے دانستہ کتاب کے اصلی مؤلف کا نام چھپا دیا اور اس پر بحیثیت مؤلف کے قدامہ کا نام درج کر دیا۔ تاکہ کتاب کی مانگ بڑھ جائے اور ان کا کاروبار چمک اُٹھے۔ اہل تحقیق جانتے ہیں کہ نسخوں کے ناقلین اور کتب فروشوں کا یہ عام وطیرہ رہا ہے۔ (ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر کی مذکورۂ بالا تحقیق بہت ٹھوس اور مدلل ہے۔ اس کے بعد قطعی طور پر مؤلف نقد النثر کی شناخت کا مسئلہ طے ہو جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا مؤلف ابوالحسین اسحٰق بن ابراہیم بن سلیمان بن وھب الکاتب، کتّاب و اُدباء کے معروف تذکروں سے خارج رہ گیا۔ اور اب تک اس کی سوانح حیات کے مختصر ترین خاکہ کا سراغ نہیں ملا۔ ڈاکٹر علی حسن کی تحقیق کا صرف ایک جزو میرے نزدیک غیر مسلّم ہے۔ ان کو قدامہ کی تالیفات کے سلسلہ میں ثمر بیشی یا النرمادی کے بیان پر اشتباہ نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کے نزدیک صناعۃ الکتابہ پر قدامہ کی صرف ایک ہی کتاب الخراج و صناعۃ الکتابہ قابل ذکر تھی۔ بہرحال نفس مسئلہ کی تحقیق پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔

تحقیقی طور پر مؤلف نقد النثر یا کتاب البرہان فی وجوہ البیان، کا نام معلوم کر لینے کے بعد اس امر کی طرف شاید بے موقع نہ ہوگا کہ کتاب نقد الشعر اور کتاب البرہان کے مؤلفین ایک ہی زمانہ کے لوگ تھے، اور دونوں میں کسی قدر خاندانی مفارنت بھی تھی۔ جس کی تائید تاریخ طبری کی اس عبارت سے بخوبی ہوتی ہے جو راقم کے محولہ بالا مضمون میں درج ملیگی۔ شاید اسی ہمعصری اور علمی و ادبی یگانگت کے علاوہ دونوں خاندانوں کی عباسی دفتر سے وابستگی بعد میں کتاب نقد النثر کے غلط انتساب کا سبب بن گئی۔ ان تمام وجوہ یگانگت کے باوجود قدامہ اور ابوالحسین کے مزاج، افتاد طبع اور مذاق و وجدان کا فرق اپنی جگہ قابل لحاظ ہے۔ ہم نے اپنے سابقہ مضمون میں قدامہ کو قدامہ بن زیاد الکاتب رفیق سلیمان بن وھب الکاتب کا پسر زادہ قرار دیا ہے اس سلسلہ میں جو قرائن پیش کئے تھے ان پر اس قرینہ کا اضافہ ہو جاتا ہے کہ کم از کم چھٹی صدی کے اوائل سے اندلسی ادباء کے ایک حلقہ میں سلیمان بن وھب الکاتب کے پسر زادہ ابوالحسین اسحٰق بن ابراہیم بن سلیمان بن وھب کی کتاب بعنوان

نقد النثر، قدامہ بن زیادہ الکاتب کے پسرزادہ ابوالفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ بن زیاد سے منسوب رہی۔ ابوالفرج قدامہ کی خاندانی اصلیت کے انکشاف کے سلسلہ میں دونوں خانوادوں کا مطالعہ بہت مفید ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں سلسلے ہم عصر اور تاریخی مراحل میں متوازی رہے ہیں)

نقد النثر کا تحلیلی مطالعہ | کتاب نقد النثر جیساکہ مذکور ہوا ایک وسیع ثقافت کا مظہر ہے۔ اس کا مؤلف علوم عربیہ، دینیات، اور فلسفہ کا پختہ ذوق رکھتا تھا۔ اس پر جاحظ کا گہرا اثر پڑا ہے۔ مقدمۂ کتاب میں اس نے جاحظ پر نکتہ چینی کی ہے لیکن انواع بیان پر کلام کے دوران اور خصوصاً بیان بالعبارہ پر جس وسعت وہمہ گیری کے ساتھ اس نے گفتگو کی ہے وہ جاحظ کی کتاب البیان والتبیین کے انداز کی غماز ہے موقع شناسی اوقات کلام، سامعین سے مناسبت اور مقام کی مطابقت کے سلسلہ میں تمام تر تفصیلات جاحظ کی رائے سے ہم آہنگ ہیں (البیان والتبیین ج ۱ ص ۶۸-۵۔ مقابلہ کیجئے نقد النثر ص ۹-۱۷، ۹۶ سے)

اس مؤلف کی رائے ہیں (ذکایات) کے اندر کوتاہی بہ آسانی ہوسکتی ہے اس سے بچنا ضروری ہے جز آلت کو مزید ترقی اہل ادب اور فصحاء کی ہم نشینی سے ملتی ہے (دیکھئے ص ۹۰، ۱۳۹، ۱۴۰) لحن باندیوں کی زبان سے خاص لطف رکھتا ہے (ص ۱۴۴) کلام اور سکوت کے موقع ومحل ہوتے ہیں جن کی پہچان ہونی چاہئے، معنی اور لفظ کی قدریں الگ الگ ہوتی ہیں (ص ۱۴۵) ان کی معرفت ایسی ہونی چاہئے کہ معنی مناسب الفاظ میں ادا کئے جاسکیں (نقد النثر ص ۱۴۸)۔ یہ تمام نکتے ہیں جو جاحظ کی کتاب البیان میں ملتے ہیں پھر کلام منثور پر جو بحث ملتی ہے وہ جاحظ کے اثر کو واضح تر کردیتی ہے۔ کتاب کے شواہد اور امثلہ بھی زیادہ تر البیان والتبیین ہی سے ماخوذ ہیں۔

ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ عبدالقاہر جرجانی کتاب نقد النثر سے متاثر نظر آتے ہیں جرجانی کے بعض نظریات اس کتاب سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً مؤلف نقد النثر نے تشبیہ کی دو قسمیں بتائی ہیں:۔ ایک تشبیہ بلحاظ وصفِ ظاہر جیسے رنگ، روپ، مقدار وغیرہ کا اعتبار کرکے قدِ زیبا کو شاخِ گل سے کسی حسین کو یاقوت سے تشبیہ دینا۔ دوسری تشبیہ بلحاظ معانی جیسے شجاع کو شیر سے

تشبیہ دینا، کفار کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دینا۔ (نقد النثر ص ۵۸، ۵۹) وصفِ ظاہر کی تعریف مؤلف نے یہ کی ہے کہ جس کا ادراک حس سے کیا جائے یا اس فطری قوت سے جو بطور قدر مشترک جملہ عقول میں مساویانہ پائی جاتی ہے۔ وصفِ معنوی یا باطن کی تعریف میں یوں لکھا ہے کہ جو حس کی گرفت سے باہر ہو اور جس کے اثبات میں انسانی عقول غیر مساوی ہوں (نقد النثر ص ۱۸) تشبیہ کی تقسیم میں عبد القاہر کے فکر کی پرواز انہی باتوں تک ہے۔ (دیکھئے اسرار البلاغہ: ص ۷۰ - ۷۵)

اسی طرح مؤلف کا بیان ہے کہ حکماء اور ادباء کے کلام کا غالب حصہ امثال پر مبنی ہوتا ہے وہ تصرف احوال کو نظائر اور مماثل اشیاء کے ذریعہ واضح کرتے ہیں، حکماء کا یہ طریقہ حصول مقصد کے لحاظ سے بہت کامیاب اور اس کے ساتھ مختصر راستہ ہے۔ اس طرزِ کلام کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خبر بذاتِ خود گرچہ ممکن الوقوع ہوتی ہے لیکن اس کی واقعیت اور صحت محتاج ثبوت و دلیل ہوتی ہے امثال کا معاملہ قطعًا مختلف ہے کہ امثال کا وجود حجت و دلیل سے علیحدہ نہیں ہوتا (نقد النثر ص ۶۶ گویا امثال بیک وقت افادۂ خبر کے ساتھ دلیل و ثبوت بھی مہیا کرتے ہیں) مؤلف کے اس نقطۂ نظر یا اس سے قریب و مماثل نظریہ کا اثر عبد القاہر پر کتاب اسرار البلاغہ میں واضح ہے (اسرار البلاغہ: ص ۱۲۳)

مولف نے شاعری پر مذہبی نقطۂ نظر سے اعتراض کرنے والوں کا ذکر کیا ہے پھر ان کے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خود نبی اکرمؐ شاعروں کے کلام سے محظوظ ہوتے تھے اور اس پر آپ نے انعام و اکرام بھی فرمایا۔ (نقد النثر ص ۷۷، ۷۸) عبد القاہر کے یہاں بھی اعتراض اور اس کے دفعیہ کا یہی طریقہ ہے (اسرار البلاغہ ص ۱۴)

مؤلف کا کہنا ہے کہ اوصاف بلاغت میں سے ایک وصف لفظ و معنی کا باہمی مساوی ہونا ہے، اس طرح کہ "ہر دل ریزد" کا مصداق بننے میں نہ لفظ معنی سے پیچھے رہ جائے اور نہ معنی لفظ سے۔ (نقد النثر: ص ۱۰۵) یہی بات عبد القاہر کہتے ہیں خواہ جاحظ کے زیر اثر خواہ مؤلف نقد النثر سے متاثر ہو کر (اسرار البلاغہ: ص ۱۲۲)

یہ بھی واضح رہے کہ نقد النثر پر کچھ مؤاخذات ہیں مثلاً یہ کہ اس کے مؤلف نے جاحظ کی البیان والتبیین پر شدید نکتہ چینی کی ہے جس میں مبالغہ کا عنصر غالب ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اس کا یہ قول مبالغہ آمیز ہے کہ غیر محسوس موجودات میں سے معقول کی حد بیان نہیں کی جا سکتی۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنے مقدمہ میں نقد النثر کے مؤلف کی جانب داری کی ہے اس مقدمہ پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں :-

۱- انھوں نے کتاب البیان (نقد النثر) کے مطالعہ کے ضمن میں جاحظ کے درجہ کو جس طرح گھٹانے کی کوشش کی ہے وہ نامناسب ہے -

۲- قدامہ کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس نے نقد الشعر میں عتاب کے عنوان پر کلام کیا ہے حالانکہ یہ دعویٰ صحیح نہیں اسلئے کہ قدامہ نے اس عنوان سے مطلق تعرض نہیں کیا -

۳- ان کا قول ہے کہ ارسطو کا نظریۂ محاکات کتاب نقد الشعر میں موجود نہیں' اور میری رائے یہ ہے کہ قدامہ نے کلام علی الوصف کے ضمن میں (نقد الشعر ص. ۱۷) اجمالاً اس نظریہ پر کلام کیا ہے - نیز بقول ارسطو محاکات کی تین قسمیں ہیں :- تشبیہ ، استعارہ ، اور ان دونوں کا مرکب (استعارۂ تمثیلیہ) ان تینوں سے قدامہ نقد الشعر میں بحث کرتا ہے -

۴- وہ کہتے ہیں کہ عبد القاہر پہلا شخص ہے جس نے مجاز عقلی کو زیر بحث لایا - ان کا دعویٰ بھی صحت سے دور ہے -

مولف نقد النثر بیان کے کثیر اقسام سے بحث کرتا ہے اس کے بیان اذکار د نظریات کا خلاصہ حسب ذیل نقاط ہیں

۱- بیان ، وجوہ بیان اور اقسام بیان پر کلام -

۲- بلاغت و فصاحت کی تعریفیں اور اوصاف البلاغہ کی تفصیل

۳- مطابقت احوال ، مواقع کلام ' اوقات کلام ، تناسب لفظ و معنی ' اور مواقع ایجاز و اطناب پر کلام -

۴- خطابت اور خطیب کے اوصاف پر تبصرہ ،

۵- شعری محاسن اور جودتِ شعر کا معیار مقرر کرنا -

۶- جبر و انشا پر تفصیلی بحث ، اس بحث میں مؤلف نقد النثر کو امتیاز حاصل ہے - بعد کے فضلاء نے اس پر کچھ اضافہ نہیں کیا -

۷۔ تمثیل، تشبیہ، استعارہ، لحن (تعریض)، معارضہ (توریہ)، رمز و حی، لغز حذف، التفات (بہ اصطلاح مؤلف صرف)، مبالغہ تقدیم وتاخیر، پر کلام اور فصل و وصل کی طرف اشارہ۔

ان نقاط بحث کے پیش نظر نقد النثر کی اہمیت فن بلاغۃ میں ناقابلِ تردید ہے اور اس کتاب کا اسلوب منطقی حدود اور ادبی رنگ کی وجہ سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ فلسفۂ یونان اور ارسطو کی کتاب الخطابۃ و الشعر کا اثر خاص طور پر کتاب میں نمایاں ہے۔ اھ

۔ نوٹ: الکتاب البرہان فی وجوہ البیان کا مخطوطہ جو چسٹر بیٹی کے ذخیرہ میں محفوظ ہے، اس کا تذکرہ آرتھر ج۔ اربری نے اس ذخیرہ کے مخطوطات کی مختصر فہرست میں زیر شمارہ 3658 درج کیا ہے۔ یہ مخطوطہ ربیع الاول ۶۷۱ھ ہجری (جولائی ۱۲۷۲ء) کا نوشتہ ہے، اوراق کی تعداد (۱۷۴) ہے اور طول وعرض ۲۰ء۷ × ۱۳ء۷ ؛ پروفیسر اربری اس کو منفرد نسخہ سمجھتے ہیں، ان کو کتاب کی اشاعت کا حال معلوم نہیں، لکھتے ہیں

NO OTHIR COPY OPPEARS TO BE RECORDED.

حالانکہ یہی کتاب نقد النثر کے نام سے طبع ہو چکی ہے اور جس نسخہ سے طبع ہوئی تھی، وہ اسکوریال میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(A HANDL9ST OF THE ARBIC MANUSERIPTS VOL III, PP. 64-65, DUBLIN — 1958)

فہرست کتب اور ادارہ کے

قواعد وضوابط طلب فرمائیے